امام طحاوی رحمہ اللہ کا طریقہ جمع و تطبیق فی الحدیث

محمد وارث علی*

سعید احمد**

امام طحاوی رحمہ اللہ (۲۳۹ھ ۔۳۲۱ھ) چوتھی صدی ہجری کے ایسے اسلامی سکالر ہیں جو حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ کے بھی ماہر تھے اور بعض مسائل میں اجتہاد بھی کرتے ہیں۔ حدیث کے میدان میں انکی خدمات نمایاں ہیں۔اس ضمن میں انہوں نے متعارض نصوص میں جمع و تطبیق کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔اس مضمون میں امام طحاوی کے اسی اسلوب کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ احادیث و آثار میں بظاہر جو تعارض نظر آتا ہے اس کو دور کرنا اور ان میں مطابقت پیدا کر کے قابل عمل بنانا بہت بڑی خدمت ہے۔

تطبیق باب تفعیل سے ہے جس کا مادہ اصلی "ط ب ق ہے۔" جس کا مطلب بیان کرتے ہوئے الزبیدی لکھتے ہیں۔طابق وافق و ساواہ واطبقہ وطبقہ تطبیقا غطاہ طابق کا مطلب ہے موافق ہونا یا برابر ہونا اور اطبقہ و طبقہ کا مطلب ہے کسی چیز کو ڈھانپ لینا۔ اسی طرح جب بادل آسمان کو ڈھانپ لیں تو کہا جاتا ہے۔ طبق السحاب الجوا بادل نے فضا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور جب پانی زمین کو ڈھانپ لے تو عربی میں کہا جاتا ہے۔ طبق الماء وجہ الارض پانی نے سطح زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔اس کا ایک معنی عام ہونا بھی ہے جیسے کہا جاتا ہے ھذا المطر طبق الارض اذا عمھا (۱) یہ بارش پوری زمین پر چھا گئی یعنی ہر طرف عام ہو گئی۔

اہل نظر کے نزدیک تطبیق کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے ھی عبارۃ عن ایراد الدلیل علی وجہ المرعیٰ و ھو مرادف التقریب (۲) تطبیق سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلے کے مناسب حل کے لئے کسی دلیل کا سہارا لینا اور یہ تقریب (قریب لانا) کے مترادف ہے اس کا اطلاق برھان تطبیق پر بھی ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا لغوی معانی سے معلوم ہوتا ہے کہ تطبیق سے مراد ہے بظاہر متضاد اور مخالف نصوص کو اس

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور، پاکستان ۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور، پاکستان ۔

طرح جمع کرنا کہ ان کا تضاد ختم ہوئے۔ جیساکہ ہم سابقہ سطور میں یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ تطبیق کا لغوی معنی ایک چیز کو دوسری کے موافق وبرابر کرنا ہے۔ جس کا بالواسطہ مطلب یہ ہے کہ دو بظاہر متضاد چیزوں کے درمیان اس طریقے سے موافقت پیدا کی جائے کہ دونوں کی شخصی حیثیت مجروح نہ ہو۔ جب ہم نصوص میں تطبیق کی ترکیب/ اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بظاہر ایک دوسرے کی مخالف نظر آنے والی نصوص میں ہر ایک کا محل اس طرح متعین کیا جائے کہ ان کے اندر پایا جانے والا ظاہری اختلاف رفع ہو جائے اور دونوں کا مرتبہ بھی مجروح نہ ہو۔

امام طحاوی کا اسلوب جمع و تطبیق

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ متعارض احادیث کے تعارض کو دور کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے اس سلسلہ میں انہوں نے ناسخ و منسوخ کے علاوہ ترجیح کے اصول کو بھی اختیار کیا ہے لیکن بعض احادیث میں پائے جانے والے اختلاف کو اصول جمع و تطبیق کے ذریعے بھی دور کیا ہے۔ درج ذیل امثلہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسی اصول کو اپناتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے جن میں رکعات کی تعداد میں شک، دوران جنگ بوڑھوں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا، مہینہ کلام نہ کرنے کی قسم، پھل اور شگوفوں کی چوری پر سزا، اسماء النبی پر مشتمل روایات اور آپ ﷺ کی پسندیدہ شخصیت اہم ہیں۔

۱۔ رکعات کی تعداد میں شک ہو تو کیا کرنا چاہیئے

جس شخص کو اس بات میں شک ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ امام طحاوی اس باب میں تین مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کرتے ہیں۔

پہلا نقطہ نظر یہ ہے کہ جسے نماز میں شک ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ اضافہ کر دیا ہے یا کمی تو قعدہ کی حالت میں ہی دو سجدے کرلے پھر سلام پھیر لے۔ یہ موقف رکھنے والے اپنے اس موقف کی تائید میں درج ذیل حدیث نبوی ﷺ پیش کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ، فَخَلَطَ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ، فَلَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى؟ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی نماز شیطان خلط ملط کردے اور اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی

رکعات ادا کی ہیں تو وہ بیٹھنے کی حالت میں ہی دو سجدے کر لے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ نماز میں جس آدمی کو شک ہو کہ کم رکعات پڑھی ہیں یا زیادہ تو وہ کم رکعات پر اپنی نماز کی بناء رکھے یہاں تک کہ زیادہ کا یقین ہو جائے۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے۔ دلیل کے طور پر اس موقف کے حاملین درج ذیل حدیث مختلف طرق سے بیان کرتے ہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ أَثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَبْنِ عَلَى الْيَقِينِ وَيَدَعِ الشَّكَّ , فَإِنْ كَانَتْ صَلَاتُهُ نَقَصَتْ، فَقَدْ أَتَمَّهَا، وَكَانَتِ السَّجْدَتَانِ تُرْغِمَانِ الشَّيْطَانَ، وَإِنْ كَانَتْ صَلَاتُهُ تَامَّةً، كَانَ مَا زَادَ، وَالسَّجْدَتَانِ لَهُ نَافِلَةً(٤)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو وہ اپنے یقین پر (رکعات کی) بنیاد رکھے اور شک کو ترک کر دے اگر نماز کم ہو تو اسے مکمل کرے اور شیطان کی مخالفت میں دو سجدے ہونگے اور اگر اسکی نماز پوری ہو چکی تھی تو جو کچھ زائد ہے وہ سجدوں سمیت نفل قرار پائے گا۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال (عبد الرحمن بن عوف)سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، فَشَكَّ فِي الْوَاحِدَةِ وَالثِّنْتَيْنِ فَلْيَجْعَلْهَا وَاحِدَةً، فَإِذَا شَكَّ فِي الثَّلَاثِ أَوِ الْأَرْبَعِ، فَلْيَجْعَلْهَا ثَلَاثًا حَتَّى يَكُونَ الْوَهْمُ فِي الزِّيَادَةِ، ثُمَّ يَسْجُدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ (٥)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو اگر ایک اور دو میں شک ہو تو اسے ایک قرار دے، تین اور چار میں شک ہو تو اسے تین قرار دے حتی کہ اسے زیادہ کا وہم ہو پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔

تیسرا موقف یہ ہے کہ نماز کی رکعات میں شک کی صورت میں آدمی اپنی غالب رائے پر عمل کرے

پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اور اگر غالب رائے نہ ہو تو کم رکعات پر بناء کرے حتی کہ اسے زیادہ کا یقین ہو جائے۔اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی جاتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ، فَلَمْ يَدْرِ أَثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا؟ فَلْيَنْظُرْ أَحْرَى ذَلِكَ إِلَى الصَّوَابِ، فَلْيُتِمَّهُ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَيَتَشَهَّدُ وَيُسَلِّمُ(٦)

حضرت) عبداللہ (بن مسعود) فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتے ہوئے شک میں پڑ جائے کہ تین پڑھی ہیں یا چار رکعات تو اسے چاہیے کہ جو کچھ زیادہ بہتر ہو اس کا اعتبار کر کے نماز مکمل کرے پھر سہو کے دو سجدے کر کے تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان تینوں نقطہ ہائے نظر کی مؤید روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اگر ہم غور و فکر کریں تو اس اختلاف کو جمع کے اصول کے ذریعے ختم کر سکتے ہیں کہ ایسا نقطہ نظر اختیار کیا جائے جس سے کسی حدیث کا انکار بھی لازم نہ آئے اور سب پر عمل بھی ہو جائے۔

اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے تحری (غور و فکر) پر عمل کیا جائے اور غالب رائے پر بنیاد رکھی جائے۔ اگر غالب رائے نہ ہو تو اقل پر بناء کی جائے۔ یہاں تک کہ زیادہ کا یقین حاصل ہو جائے اور ہر حالت میں آخر میں دو سجدے کر لیے جائیں اس طرح تمام روایات پر عمل ہو سکے گا۔

۲۔کیا دار الحرب میں بوڑھوں کو قتل کرنا درست ہے؟

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

لَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ , بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلَى جَيْشٍ إِلَى أَوْطَاسٍ , فَلَقِيَ دُرَيْدِ بْنِ الصِّمَّةِ , فَقُتِلَ دُرَيْدٌ , وَهَزَمَ اللهُ أَصْحَابَهُ (٧)

غزوۂ حنین سے فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر کو ایک لشکر کا امیر مقرر کر کے اوطاس کی طرف بھیجا راستے میں ان کا سامنا (کفار کے ایک بوڑھے سپہ سالار) درید بن صمہ سے ہوا جسے مقابلے میں قتل کر دیا گیا اور اسکے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس روایت سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنگ کے دوران بوڑھے شخص کو قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ جس وقت درید کو قتل کیا گیا وہ بہت زیادہ عمر رسیدہ تھا اور کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اسکے قتل پر

ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا اس لئے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دار الحرب کے بوڑھوں کا حکم، ان کے جوانوں کی مانند ہے اور انہیں قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض دیگر فقہاء کے نزدیک دار الحرب کے بوڑھوں کا حکم وہاں کے بچوں اور عورتوں کی مانند ہے اور عورتوں اور بچوں کی طرح بوڑھوں کو بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ حضرات اس سلسلے میں حضرت بریدہ سے منقول اس روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ , عَنْ أَبِيهِ , قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً يَقُولُ: لَا تَقْتُلُوا شَيْخًا كَبِيرًا(۸)

نبی اکرم ﷺ جب بھی کسی لشکر کو روانہ فرماتے تھے تو یہ ہدایت فرماتے تھے کہ بوڑھے لوگوں کو قتل نہ کیا جائے۔

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں روایات بظاہر متضاد ہیں۔ اسلئے ان دونوں کی اس طرح تاویل کی جائے گی کہ ان کے درمیان موجود تضاد ختم ہو سکے۔ لہٰذا جس روایت میں بوڑھوں کو قتل کرنے کی ممانعت منقول ہے اس سے مراد وہ بوڑھے ہوں گے جو عملی طور پر یا مشورہ دینے کے اعتبار سے لڑائی میں شریک نہ ہو سکیں جبکہ درید کو قتل کرنے کی روایت اس بات پر محمول ہو گی کہ جو بوڑھے عملی طور پر یا مشورہ کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کر سکتے ہوں انہیں قتل کرنا جائز ہوگا کیونکہ ان کے تجربے کی وجہ سے ان کے مشورے مسلمانوں کے لئے عملاً لڑائی کرنے والوں سے زیادہ خطرناک ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد امام طحاوی اس تاویل و تطبیق کی تائید میں دو روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ مرقع صیفی روایت کرتے ہیں۔

وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا فِي حَدِيثِ مُرَقَّعِ بْنِ صَيْفِيٍّ فِي الْمَرْأَةِ الْمَقْتُولَةِ مَا كَانَتْ هَذِهِ تُقَاتِلُ(۹)

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ایک عورت کی لاش دیکھ کر (ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا (اسے کیوں قتل کیا گیا ہے؟) یہ تو لڑائی میں شریک نہیں تھی۔

حضرت عکرمہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ، قَالَ لَا تَقْتُلُوا أَصْحَابَ الصَّوَامِعِ (۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی بھی لشکر کو روانہ کرتے وقت یہ ہدایت کرتے تھے کہ عبادت گاہوں میں موجود (گوشہ نشین) لوگوں کو قتل نہ کیا جائے۔

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں یہ دونوں روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک یا معاون نہ بن سکے، خواہ وہ بوڑھا ہو، عورت ہو، یا بچہ ہو، لڑائی کے دوران اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ کیا دوران جنگ بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا جائز ہے؟

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا بَعَثَ جُيُوشَهُ قَالَ لَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ (۱۱)

نبی اکرم ﷺ جب لشکروں کو بھیجتے تو فرماتے بچوں کو قتل نہ کرنا۔

حضرت نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

قال وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ الْمَغَازِي , فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ(۱۲)

(ابن عمر) فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنگ کے موقع پر ایک مقتولہ عورت کو پایا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا

مذکورہ بالا روایات اس بات کی رہنمائی کرتی ہیں کہ دار الحرب میں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اس لئے ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ حالت جنگ میں کسی بھی صورت میں بچوں اور عورتوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتی کہ اگر بچوں یا عورتوں کے نقصان کا اندیشہ ہو تو دوسرے کفار کو بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔ مثلاً جب لڑائی کرنے والے کفار اپنے بچوں اور عورتوں کو ڈھال کے طور پر آگے کر دیں اور مسلمان مجاہدین بچوں اور عورتوں پر تیر اندازی کئے بغیر کفار پر تیر نہ برسا سکتے ہوں تو ان پر تیر برسانا حرام ہے اسی طرح اگر وہ قلعہ بند ہو جائیں اور قلعہ میں بچوں کو ساتھ رکھیں تو اس قلعہ پر تیر اندازی کرنا حرام ہے جبکہ ان حضرات کے برعکس دوسری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اگر بچوں کو مارے بغیر اہل حرب کو نشانہ بنانا ممکن نہ ہو تو بچوں کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

سُئِلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَبِيتُونَ لَيْلًا، فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَصِبْيَانِهِمْ، فَقَالَ هُمْ مِنْهُمْ (۱۳)

رسول اکرم ﷺ سے ان مشرکین کے بارے میں پوچھا گیا جو رات کو اپنے گھروں میں ہوتے ہیں پھر انکی عورتیں اور بچے پکڑے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ان میں سے ہیں۔

اسی طرح دوسری سند سے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ , أَوْطَأَتْ خَيْلُنَا أَوْلَادًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ (۱٤)

رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ہمارے گھوڑوں نے مشرکین کے بچوں کو روند دیا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادا میں سے ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں۔ بظاہر یہ روایات متضاد ہیں لیکن جن روایات میں بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی نفی ہے ان سے مراد ہے قصداً قتل کرنا اور جہاں تک اس کے جواز کا تعلق ہے کہ انہیں قتل کیا جا سکتا ہے تو وہ اس صورت میں کہ جب دوسرے مشرکین کو قتل کرنا مقصود ہو اور بچوں پر مجبوراً تیر اندازی کرنا پڑے مثلاً جب مشرکین قلعہ بند ہوں اور ساتھ بچے بھی ہوں تو اس صورت میں ان پر حملہ آور ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں روایات میں تطبیق دے کر دونوں کو قابلِ عمل قرار دے دیتے ہیں۔

۴۔ کیا پھل اور شگوفے کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟

یحی بن حبان روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ غلام نے کسی شخص کے باغ سے ایک شاخ چوری کر کے کسی جگہ گاڑھ دی باغ کا مالک اسے پکڑ کر (مدینہ کے گورنر) مروان کے پاس لے آیا مروان سزا کے طور پر اسکے ہاتھ کاٹنا چاہتا تھا کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ (۱۵) پھل اور شگوفے کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام طحاوی ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں اس حدیث کی روشنی میں علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ پھل یا شگوفے کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اسے باغ سے چوری کیا گیا ہو یا کاٹ کر محفوظ کرنے کے بعد گھر یا گودام سے چوری کیا گیا ہو۔

بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج کی نقل کردہ روایت کا حکم اس پھل

اور شگوفے کے ساتھ مخصوص ہے جسے باغ میں سے چوری کیا گیا ہو لیکن اگر اسے باغ میں سے کاٹ کر گھر یا گودام میں محفوظ کر لیا گیا ہو تو اب اس کا حکم عام مال کی مانند ہو گا لہٰذا جتنی مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹنا لازم ہوتا ہے اگر اسی مقدار کے پھل یا شگوفے گھر یا گودام سے چرا لیے جائیں تو اس چوری پر بھی حد جاری کرتے ہوئے ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے لٹکے ہوئے پھلوں کی چوری کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

لَا قَطْعَ فِيهِ إِلَّا مَا أَوَاهُ الْجَرِينُ وَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيهِ الْقَطْعُ وَمَا لَمْ يَبْلُغْ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَفِيهِ غَرَامَةُ مِثْلِهِ وَجَلَدَاتُ نَكَالٍ(١٦)

اس صورت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ اگر انہیں کاٹ کر محفوظ کر لیا جائے اور اس کی قیمت حد سرقہ تک پہنچ جائے تو اس میں ہاتھ کاٹے جائیں گے۔اور اگر اسکی قیمت اس حد تک نہ پہنچے تو اس کی قیمت کے برابر تاوان وصول کیا جائے گا اور سزا کے طور پر کوڑے لگائے جائیں گے۔

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے باغ میں لٹکے ہوئے اور گودام میں محفوظ کئے ہوئے پھلوں اور شگوفوں کی چوری کی سزا کے درمیان فرق کیا ہے لہٰذا دونوں روایات کے درمیان تطبیق اس طرح دی جا سکتی ہے کہ حضرت رافع کی نقل کردہ روایت سے مراد وہ پھل ہوں گے جو ابھی باغ میں موجود ہوں اور جنہیں محفوظ نہ کیا گیا ہو جیسا کہ دوسری روایت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی کی تقریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام ابو جعفر کے نزدیک حضرت رافع کی نقل کردہ روایت کے الفاظ اگرچہ مطلق ہیں لیکن دوسری روایت کی وجہ سے انہیں مقید مفہوم پر محمول کیا جائے گا اس طرح دونوں روایات میں مطابقت پیدا ہو جائے گی اور دونوں قابل عمل قرار پائیں گی۔

۵۔اگر مہینہ کلام نہ کرنے کی قسم اٹھائی تو کتنے دن مراد ہونگے؟

اہل علم اس بات میں اختلاف رائے رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں سے ایک ماہ تک کلام نہیں کروں گا تو کتنے دن کے بعد حانث نہیں ہو گا۔بعض حضرات کہتے ہیں کہ انتیس دن مراد ہونگے لہٰذا اگر تیسویں دن کلام کرے تو حانث نہیں ہو گا۔یہ حضرات حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الشَّهْرُ هَكَذَا، وَهَكَذَا، وَهَكَذَا وَنَقَصَ فِي الثَّالِثَةِ

أُصْبُعًا(۱۷)

اللہ کے رسول ﷺ نے تین مرتبہ ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ مہینہ اس طرح ہوتا ہے تیسری مرتبہ ایک انگلی کو ساتھ ملایا یعنی انتیس دن کا مہینہ ہوگا۔

یعنی مہینہ انتیس دنوں پر مشتمل ہوتا ہے اگر تیسویں دن آدمی کلام کرلیتا ہے تو حانث نہ ہوگا اسی طرح جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایک ماہ علیحدگی اختیار فرمائی تو انتیس دن کے بعد بالاخانے سے نیچے تشریف لائے۔

اس کے برعکس حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ، وَيَكُونُ ثَلَاثِينَ، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ، فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ(۱۸)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا بعض اوقات مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا تو جب تم اسے (چاند) دیکھو تو روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر عید کرو اگر وہ تم سے چھپ جائے تو گنتی پوری کرو۔

ان دونوں قسم کی روایات میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے کہ دونوں پر عمل ہو جائے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر قسم کھانے والے نے چاند دیکھ کر قسم کھائی تھی تو وہ اسی (چاند والے) مہینے سے متعلق ہوگی وہ تیس دن کا ہو یا انتیس دن کا اور اگر اس نے مہینے کے کچھ دن گزرنے پر قسم کھائی تھی تو اس کی قسم تیس دن کے لیے ہوگی۔ جہاں تک حضور ﷺ کے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کرنے کا معاملہ ہے تو اس بارے میں جب صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے تو ایک ماہ تک کے لیے قسم کھائی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کبھی مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔(۱۹)

۶۔ اسماء النبی ﷺ کی روایات میں تطبیق

حضرت جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِي خَمْسَةَ أَسْمَاءٍ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِي الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يَحْشُرُ اللهُ النَّاسَ عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ(۲۰)

"میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں

میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے، اور میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو میرے قدموں پر (قیامت کے دن) اکٹھا کرے گا، اور میں عاقب ہوں"۔

اس حدیث کے راوی جبیر بن مطعم کہتے ہیں "عاقب کا مطلب یہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نہ ہو (یعنی آپ ﷺ کے بعد کیونکہ کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے آپ ﷺ کا نام عاقب ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے ان اسماء کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کو رؤف اور رحیم جیسے اسماء سے بھی یاد فرمایا ہے"۔

امام ابو جعفر فرماتے ہیں آخری الفاظ کے بارے میں اس بات کا امکان موجود ہے کہ شاید یہ جبیر بن مطعم کے الفاظ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور راوی کے الفاظ ہوں"۔ جبیر بن مطعم کے صاحبزادے نافع روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ میں عبدالملک بن مروان سے ملنے گیا تو اس نے مجھ سے دریافت کیا، کیا آپ مجھے نبی اکرم ﷺ کے ان اسماء کے بارے میں بتا سکتے ہیں جو آپ کے والد جبیر بن مطعم روایت کیا کرتے تھے۔ تو میں نے کہا جی ہاں! نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی چھ ہیں: ۱۔ محمد، ۲۔احمد، ۳۔ خاتم، ۴۔حاشر، ۵۔عاقب، ۶۔ماح۔ (۲۱)

آپ کا اسم گرامی حاشر اس لیے ہے کیونکہ آپ کو قیامت سے پہلے مبعوث فرمایا گیا۔ آپ کو عاقب اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے عقب میں (یعنی بعد میں) تشریف لائے۔ اور آپ کو ماحی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے وسیلے سے آپ ﷺ کے پیروکاروں کے گناہ مٹا دے گا۔

امام ابو جعفر فرماتے ہیں "اس روایت میں پچھلی روایت کے مقابلے میں آپ ﷺ کے نام "خاتم" کا اضافہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے اپنے اسماء ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "میں محمد، احمد، مقفی، حاشر، نبی التوبہ، اور نبی الملحمہ ہوں" (۲۲) امام ابو جعفر فرماتے ہیں اس حدیث میں آپ کا اسم مبارک "مقفی" ذکر کیا گیا ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا وہی مطلب ہے جو سابقہ احادیث میں ذکر شدہ لفظ عاقب کا مفہوم ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دو مزید اسماء "نبی التوبہ" اور "نبی الملحمہ" کا ذکر کیا گیا۔ جن کا ذکر سابقہ روایات میں موجود نہیں ہے۔

اب کوئی شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ احادیث و روایات میں نبی اکرم ﷺ کے اسماء گرامی کے بارے میں اس قدر اختلاف کیوں پایا جاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے یہ جواب دیں گے کہ اسم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے کسی ایک وجود کو دیگر سے نمایاں اور ممتاز کیا جا سکے۔ اسم کی دو اقسام ہیں:

۱۔ بعض اسماء ایسے ہوتے ہیں جو کسی سبب کے بغیر تجویز کر دیے جاتے ہیں۔ مثلاً پتھر، پہاڑ وغیرہ۔

۲۔ بعض اسماء کسی شخص یا وجود کی صفت کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ کا اسمِ گرامی محمد اور احمد آپ کی صفات پر دلالت کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں بھی کیا گیا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (۲۳) محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار پر نہایت سخت ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ بیان ذکر کیا گیا کہ آپ نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (٢٤)

(اے بنی اسرائیل) میں تمہاری طرف اللہ کی جانب سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، مجھ سے پہلے جو تورات نازل ہوئی تھی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور تمہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

آپ ﷺ کے یہ دونوں نام اسم صفت ہیں۔ جن کے ذریعے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کو صفاتی اسماء کے ذریعے یاد کیا جا سکتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ کا ایک صفاتی نام ماحی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے ذریعے کفر کو مٹا دیتا ہے۔ آپ ﷺ کا ایک صفاتی نام حاشر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کو آپ کے قدموں میں جمع فرمائے گا۔ آپ ﷺ کا ایک صفاتی نام عاقب ہے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کا ایک صفاتی نام خاتم بھی ہے کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے اس صفاتی نام کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ(٢٥)

محمد تم میں سے کسی مرد کے والد نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔

آپ ﷺ کا نام ''مقفی'' اس لیے رکھا گیا کیونکہ آپ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے۔

آپ ﷺ کو ''نبی التوبہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے وسیلے سے اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ

بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِم(٢٦)

اللہ تعالیٰ نے رحمت سے توجہ فرمائی اپنے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے اس نبی کی مشکل گھڑی میں پیروی کی۔ باوجودیکہ اس بات کا امکان موجود تھا کہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل میں کوئی اور خیال آجاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان پر توجہ فرمائی۔

نبی اکرم ﷺ کو "نبی الملحمہ" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قتال کا بنیادی سبب ہے۔

محمد بن جبیر کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو رؤف اور رحیم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (٢٧)

تحقیق تمہارے پاس ایسا رسول آیا جو تم ہی میں سے ہے اور تمہارا مشقت کا شکار ہونا اسے بہت گراں گزرتا ہے۔ وہ اہل ایمان کے لیے بہت مہربان ہے۔

امام ابو جعفر اس پوری بحث کے ذریعے اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ کے مختلف اسماء ذکر کیے گئے ہیں۔ بعض روایات میں چند مخصوص اسماء ہیں اور بعض دیگر روایات میں بعض دیگر اسماء ذکر کیے گئے ہیں۔ کوئی بھی شخص ان کے اختلاف کی وجہ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان روایات میں تضاد پایا جاتا ہے کیونکہ یہ تمام اسماء صفاتی نام ہیں اور کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی صفات بے شمار ہیں اس لیے مختلف مواقع پر آپ ﷺ کے مختلف اسماء ذکر کیے گئے ہیں۔ گویا اس تقریر کے ذریعے امام ابو جعفر طحاوی مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہیں۔

۷۔ نبی پاک ﷺ کی محبوب ترین شخصیت کون تھی؟

آپ ﷺ کی پسندیدہ ہستی کے بارے میں ہمیں مختلف روایات ملتی ہیں جن میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے مثلاً:۔

أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ مَرَرْتُ، فَإِذَا عَلِيٌّ، وَالْعَبَّاسُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَاعِدَانِ، فَقَالَا: يَا أُسَامَةُ اسْتَأْذِنْ لَنَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلِيًّا وَالْعَبَّاسَ بِالْبَابِ يَسْتَأْذِنَانِ قَالَ: " أَتَدْرِي مَا جَاءَ بِهِمَا؟ "، قُلْتُ: لَا، قَالَ: " لَكِنِّي أَدْرِي، ائْذَنْ لَهُمَا"

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ میں کہیں جا رہا تھا کہ راستے

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا اے اسامہ نبی اکرم ﷺ سے ہمارے اندر آنے کے لیے اجازت حاصل کرو۔ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بارگاہِ اقدس میں حاضری کے طلبگار ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیوں آئے ہیں؟" حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "لیکن میں جانتا ہوں انہیں اندر آنے دو

" فَدَخَلَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: فَاطِمَةُ ابْنَةُ مُحَمَّدٍ " قَالَ: إِنِّي لَسْتُ أَسْأَلُ عَنِ النِّسَاءِ، قَالَ: "مَنْ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ، وَأَنْعَمْتُ عَلَيْهِ: أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ " قَالَ عَلِيٌّ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: " ثُمَّ أَنْتَ(۲۸)"

دونوں حضرات اندر داخل ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اپنی بیٹی فاطمہ سے۔" حضرت علی نے عرض کی میں خواتین کے بارے میں دریافت نہیں کر رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مَنْ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ، وَأَنْعَمْتُ عَلَيْهِ: أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، پھر اس کے بعد کس سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "تمہارے ساتھ۔"

ایک اور روایت کے الفاظ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ دریافت کیا تھا کہ آپ کو اپنے اہلِ بیت میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ اور اسی روایت کے آخر میں یہ بات درج ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی آپ نے اپنے چچا کا ذکر سب سے آخر میں کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عباس! علی رضی اللہ عنہ کو تم سے پہلے ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہے۔"

امام ابو جعفر فرماتے ہیں دوسری روایت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ حضرت علی نے نبی اکرم ﷺ سے اہلِ بیت میں سے محبوب ترین شخصیت کے بارے میں سوال کیا تھا۔ جس کے جواب میں آپ ﷺ نے اہلِ بیت کے مرد حضرات میں سے حضرتِ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنی محبوب شخصیت قرار دیا۔

اس جواب پر یہ اشکال وارد کیا گیا ہے کہ ایک اور روایت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تمام بنی نوع انسان میں سے نبی اکرم ﷺ کی محبوب ترین شخصیت تھے۔ جیسا کہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمار وایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر مقرر کیا تو بعض حضرات نے ان کے امیر مقرر کیے جانے پر اعتراض کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا

إِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَتِهِ، فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَايْمُ اللَّهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ، وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ(۲۹)

اگر تم ان کی امارت میں طعن کرتے ہو تو اس سے پہلے تم ان کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم! وہ تو پیدا ہی امیر مقرر کیے جانے کے لیے ہوئے تھے اور بے شک وہ میرے نزدیک تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور ان کے بعد یہ (یعنی اسامہ بن زید) میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تمام بنی نوع انسان میں نبی اکرم ﷺ کے سب سے زیادہ محبوب تھے جبکہ امام طحاوی نے پہلے جو روایت نقل کی اس کے مطابق آپ مرد حضرات میں، جبکہ دوسری روایت کے مطابق اہل بیت کے مرد حضرات میں سے سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے محبوب تھے۔ لہٰذا یہ روایت سابقہ دونوں روایات کی مخالف ہے۔ امام ابو جعفر فرماتے ہیں پہلی دو روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے مطلقاً محبوب ترین شخصیت کے بارے میں دریافت کیا تھا جس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو محبوب ترین شخصیت قرار دیا۔ جبکہ حضرت ابن عمر سے منقول روایت میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید کو اپنی محبوب شخصیت قرار دیا اگرچہ حدیث کے الفاظ میں تمام انسانوں میں سے محبوب ترین ہونے کا ذکر موجود ہے لیکن واقعہ کا پسِ منظر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں محبوب ترین شخصیت سے مراد مرد حضرات میں سے محبوب ترین شخصیت ہیں۔ اس لیے یہ روایت بھی سابقہ ذکر کردہ دونوں روایات کے مطابق شمار ہو گی۔

یہاں ایک اور اشکال پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السُّلاَسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: " أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ»، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: «أَبُوهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ" (۳۰) جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے جنگ ذات السلاسل کے لیے روانہ کیا تو میں نے عرض کی آپ کی

محبوب ترین شخصیت کونسی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "عائشہ" میں نے عرض کی مرد حضرات میں سے کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ان کے والد" میں نے عرض کی پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا "عمر بن خطاب"۔ یہ حدیث سابقہ ذکر کردہ روایات کے خلاف ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ حضرت عمرو بن العاص یہ بات جانتے ہوں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے اہلِ بیت میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت فرماتے ہیں اور ان کے سوال کرنے کا مقصد یہ ہو کہ اہل بیت کے علاوہ دیگر بنی نوع انسان میں سے آپ ﷺ کی پسندیدہ شخصیت کونسی ہے؟ اور نبی اکرم ﷺ کو بھی ان کے مقصد کا پتہ ہو اور آپ ﷺ نے یہ جواب ذکر کردیا ہو۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سوال اہلِ بیت کی محبوب ترین شخصیت کے بارے میں تھا۔

اس جواب پر یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت میں سے نہیں تھے۔ امام ابو جعفر طحاوی اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ حضرت اسامہ بن زید بھی اہلِ بیت کا ایک فرد شمار ہوں۔ کیونکہ ان کی والدیت کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت کرتے ہوئے زید بن محمد ﷺ کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: مَا كُنَّا نَدْعُو زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ إِلاَّ زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ: {ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ} (۳۱) ہم حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا کہ (لے پالک بچوں) کو ان کے سگے باپ دادا کی نسبت سے پکارا جائے۔ امام ابو جعفر فرماتے ہیں چونکہ ان دونوں اسامہ بن زید نبی اکرم ﷺ کے لیے پوتوں کی طرح تھے اسی لیے آپ ﷺ نے اہلِ بیت میں سے اپنی پسندیدہ شخصیت انہیں قرار دیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس رواج کو ممنوع قرار دے دیا اور یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ (۳۲) محمد تم میں سے کسی مرد کے والد نہیں ہیں۔ مذکورہ آیت کے نزول کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید کو ان کے اصل اجداد کی نسبت سے یاد کیا جانے لگا۔ لہٰذا جب اسامہ بن زید آپ ﷺ کے اہلِ بیت میں شامل نہ رہے تو اب اسامہ بن زید اہل بیت کی محبوب ترین شخصیت بھی نہ رہے۔

اس بات پر بھی یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ امام ترمذی نقل کرتے ہیں عبد اللہ بن شقیق فرماتے ہیں: سالت عائشة: ای اصحاب رسول اللہ كان احب اليه؟ قالت: ابوبكر، قلت: ثم من؟ قالت: ثم عمر، قلت: ثم من؟ قالت: ثم ابو عبيدة بن الجراح، قال: قلت: ثم من؟ فسكتت (۳۳) میں نے ام

المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ کون آپ ﷺ کو محبوب تھا؟ ام المؤمنین نے جواب دیا: "ابو بکر۔" "میں نے پوچھا پھر اس کے بعد؟ آپ نے جواب دیا "عمر"۔ میں نے پھر دریافت کیا پھر اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا "ابو عبیدہ بن الجراح"۔ میں نے دریافت کیا پھر اس کے بعد؟ تو ام المؤمنین خاموش ہو گئیں۔

اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ روایت واضح طور پر حضرت اسامہ بن زید کی نقل کردہ روایات کے خلاف ہے۔ امام ابو جعفر اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایات نقل کی گئی ہیں ان میں جواب براہِ راست نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا جبکہ معترض کی نقل کردہ روایت میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ جو ہو سکتا ہے کہ امر واقعہ کے خلاف ہو۔ امام ابو جعفر طحاوی پر معترض یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی اس بارے میں بالکل مختلف روایت منقول ہے جیسا کہ جمیع بن عمیر فرماتے ہیں ایک مرتبہ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے والد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑ دیا اُم المؤمنین نے ارشاد فرمایا: مارایت رجلا کان احب الی رسول اللہ منه، ولا امراة احب الی رسول اللہ من امراته(۳۴) میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس سے نبی اکرم ﷺ علی سے زیادہ محبت کرتے ہوں اور نہ ہی ایسی کوئی عورت دیکھی ہے جس سے نبی اکرم ﷺ حضرت علی کی زوجہ محترمہ (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے زیادہ محبت کرتے ہوں۔

ایک اور روایت کے مطابق جمیع بن عمیر فرماتے ہیں میں اپنی والدہ کے ہمراہ (بچپن میں) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری والدہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ کونسی خاتون سے محبت کرتے تھے تو ام المؤمنین نے جواب دیا "فاطمہ سے"۔ والدہ نے عرض کی آدمیوں میں سے کس سے؟ تو ام المؤمنین نے فرمایا "ان کے شوہر (یعنی حضرت علی) سے"۔ یہ حدیث ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے منقول سابقہ روایت کے خلاف ہے۔

امام ابو جعفر اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی روایت میں ام المؤمنین نے نبی اکرم ﷺ کی جس محبوب ترین شخصیت کا ذکر کیا تھا اس سے مراد وہ افراد ہیں جو اہل بیت میں شامل نہیں ہیں جبکہ مؤخر الذکر روایت میں ام المؤمنین نے اہل بیت میں سے محبوب ترین شخصیت کا ذکر کیا ہے۔ اس کی دلیل درج ذیل روایت ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں: استاذن ابوبکر رضی اللہ عنه علی رسول اللہ ﷺ،

فسمع صوت عائشة تقول: واللہ لقد عرفت ان علیا احب الیک من ابی، مرتین او ثلاثا، فاستاذن ابوبکر رضی اللہ عنہ فدخل، فاھوی الیھا، وقال: یابنت فلانة، الا اسمعک ترفعین صوتک علی رسول اللہ ﷺ (۳۵) ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک کے دروازے پر پہنچے ابھی آپ نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں مانگی تھی کہ اسی دوران آپ کو اپنی صاحبزادی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آواز سنائی دی وہ نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ ”خدا کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ علی آپ کے نزدیک میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں“۔ ام المؤمنین نے یہ جملہ دو یا تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ جب اندر داخل ہوئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ کو مخاطب کرکے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اے فلاں کی بیٹی! کیا تم نبی اکرم ﷺ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کررہی تھیں؟

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بات پر انکار نہیں فرمایا اور اسی روایت سے وہ اشکال رفع ہو جاتا ہے۔ جس کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں مختلف روایات منقول ہیں۔ مقالہ نگار یہ کہتا ہے کہ امام ابو جعفر طحاوی کے نقل کردہ اشکالات کے جوابات پر مزید اشکالات وارد ہو سکتے ہیں مثال کے طور پر حضرت عمرو بن العاص کی نقل کردہ اس روایت میں کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ کو اپنی محبوب ترین شخصیت قرار دیا جبکہ ایک دوسری روایت میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی محبوب شخصیت قرار دیا تھا۔ امام طحاوی اس اختلاف کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ پہلی روایت کے راوی حضرت عمرو بن العاص یہ بات جانتے تھے کہ حضرت علی اہلِ بیت میں سے ہیں اس لیے انہوں نے اہلِ بیت کے علاوہ دیگر افراد کے بارے میں سوال کیا تھا۔ لیکن امام طحاوی کے اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شاید ان کے نزدیک سیدہ عائشہ صدیقہ اہلِ بیت میں شامل نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ بات جمہور اہلسنت کے مسلک کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ امام طحاوی کا یہ کہنا بھی محلِ نظر ہے۔ کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اس وقت تک نبی اکرم ﷺ کے محبوب تھے جب تک انہیں ان کے والد کی طرف منسوب کرنے کی بجائے زید بن محمد ﷺ کہا جاتا تھا۔ پھر جب ایسا کہنا ممنوع ہوا تو اسامہ نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت میں شامل نہ رہے اور آپ ﷺ کی محبوب ترین شخصیت بھی نہ رہے۔ کیونکہ امام طحاوی آگے چل کر خود یہی بات نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت اسامہ بن زید کو لشکر کا امیر مقرر کیا گیا تھا اور لوگوں نے ان کی تقرری پر تحفظات کا اظہار کیا تھا اسوقت نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنی محبوب

ترین شخصیت قرار دیا تھا جبکہ لے پالک بچوں کو ان کے سگے باپ دادا کے ناموں سے پکارنے کا حکم اس سے کہیں پہلے نازل ہو چکا تھا۔ پھر یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ محض ایک معاشرتی روایت کے مطابق نسبت کا اظہار ممنوع قرار دینے کی وجہ سے سرے سے محبت ہی ختم ہو جائے۔

محبت ایک فطری جذبہ ہے اور مختلف لوگوں کے ساتھ تعلق اور واسطے کے اختلاف کے ساتھ ساتھ اس جذبے میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے۔ فطری سی بات ہے کہ انسان کو جس قدر محبت اپنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے اتنی دوسرے لوگوں سے نہیں ہوتی۔ اسی طرح بیوی کی محبت کو دوست احباب کی محبت کے مقابلے میں پیش کرنا بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ مزید برآں اگر کسی بچے کی پرورش خود کی ہو تو اگرچہ وہ سگی اولاد نہ ہو لیکن اس سے لگاؤ اور انسیت ایک فطری امر ہے۔ لیکن اس کے باوجود سگی اولاد کی محبت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ اسی طرح مشکل وقت میں ساتھ دینے والے مہربان دوست کی محبت بھی اپنی جگہ ایک مخصوص حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کا مختلف شخصیات کو محبوب ترین قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ جو تعلق اور واسطہ اس شخصیت کے ساتھ ہے اسی طرح کا تعلق رکھنے والی دیگر شخصیات کی بہ نسبت یہ لوگ آپ ﷺ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔ اس تقریر سے اس بارے میں منقول روایات پر ہونے والے تمام اشکالات رفع ہو جاتے ہیں اور سب قبل عمل بن جاتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ بحث

بظاہر ایک دوسرے کی مخالف احادیث کے ذریعے مستشرقین نہ صرف ذخیرہ حدیث پر معترض ہیں بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور احادیث کو ناقابل حجت قرار دیتے ہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعارض احادیث میں جمع و تطبیق کے ذریعے اس طرح تعارض کو دور کیا ہے کہ ان سب پر عمل کرنا ممکن بن جاتا ہے مثلاً حالت جنگ میں بوڑھے کفار کو قتل کرنے کے حوالے سے ایک دوسرے کے مخالف احادیث ملتی ہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بوڑھوں کو قتل کرنے کا حکم لگانے والی احادیث اور قتل نہ کرنے کا حکم لگانے والی احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ جن احادیث میں قتل کرنے کا عمل یا حکم ہے تو وہ ان بوڑھوں کے حوالے سے ہے جو مسلمانوں کے خلاف عملی طور پر یا مشورہ کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتے ہیں جبکہ جن احادیث میں ان کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کا اطلاق ایسے بوڑھوں پر ہوگا جو عمل یا مشورہ کے ذریعے کفار کی مدد نہیں کرتے۔ اسی طرح دوران جنگ بچوں اور عورتوں کو مارنے یا نہ مارنے کے حوالے سے متعارض احادیث ملتی ہیں۔ امام طحاوی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر بچے اور عورتیں

کفار کے ساتھ ہیں اور ان کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے تو ان کو مارنا جائز ہوگا ورنہ انہیں قتل کرنا درست نہیں۔

کسی کے باغ یا گودام سے پھل چوری ہونے کی صورت میں سزا کے حوالے سے متضاد روایات میں اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ باغ سے چوری ہونے والے پھل کی سزا میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے البتہ گودام سے چوری کرنے پر حد جاری کی جائے گی۔ اسی طرح آپ ﷺ کے اسماء گرامی کے بارے میں مختلف روایات منقول ہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ ﷺ کی صفات بے شمار ہیں ان کے پیش نظر آپ ﷺ کے اسماء گرامی مختلف منقول ہوئے ہیں لہٰذا ان میں تضاد نہیں ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات روایات میں تطبیق دینے کے بعد اس کی مزید تائید کے لئے آیات اور دیگر روایات بھی بطور دلیل ذکر کرتے ہیں اور کہیں کہیں قیاس سے بھی تائید حاصل کرتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) الزبیدی، تاج العروس، دار الفکر، بیروت، ت ن، ص ۱۳ / ۲۸۳

(۲) قاضی محمد اعلی، کشاف اصطلاحات الفنون، سہیل اکیڈیمی، لاہور، ت ن، ص ۱ / ۸۱۸

(۳) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة، باب الرجل یشک فی صلاته فلا یدری ا ثلاثا صلی ام اربعا، ؛مسلم، الجامع الصحیح" ،المساجد و المواضع الصلاة، باب السهو فی الصلاةوالسجود له ؛ابو داود، سلمان بن اشعث السنن، کتاب الصلاة،باب اذا شک فی الثنتین و الثلاث ؛ ترمذی، محمد بن عیسی، الجامع، کتاب الصلاة ،باب ماجاء فی الرجل یصلی ویشک فی الزیادة ...

(۴) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الصلاة،باب الرجل یشک فی صلاته فلا یدری اثلاثا صلی ام اربعا ؛مسلم، الجامع الصحیح، المساجد و المواضع الصلاة، باب السهو فی الصلاةوالسجود له ؛ ابو داود، السنن، کتاب الصلاة،باب اذا شک فی الثنتین و الثلاث ؛ ترمذی، الجامع، کتاب الصلاة ،باب ماجاء فی الرجل یصلی ویشک فی الزیادة..،

(۵) طحاوی ،شرح معانی الآثار، کتاب الصلوة ،باب الرجل یشک فی صلوة ..؛ مسلم، الجامع

الصحیح،المساجد و المواضع الصلاۃ ،باب السھو فی الصلاۃوالسجود لہ، ؛ ابوداود، السنن ، کتاب الصلاۃ،باب اذا شک فی الثنتین و الثلاث ؛ ترمذی،الجامع، کتاب الصلاۃ ،باب ماجاء فی الرجل یصلی ویشک فی الزیادۃ

(۶) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الصلوۃ ،باب الرجل یشک فی صلوۃ ـ ـ ؛ ابوداود، السنن ، کتاب الصلاۃ،باب اذا شک فی الثنتین و الثلاث ؛ ترمذی، الجامع، کتاب الصلاۃ ،باب ماجاء فی الرجل یصلی ویشک فی الزیادۃ

(۷) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب السیر،باب الشیخ الکبیرھل یقتل فی دارالحرب ام لا ؛ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب السیر،باب غزوۃ اوطاس ؛ مسلم، الجامع الصحیح ،فضائل الصحابہ ،باب من فضائل ابی موسی

(۸) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب السیر،باب الشیخ الکبیرھل یقتل فی دارالحرب ام لا؛ ابو داود، السنن ،کتاب الجہاد ، بابفی دعاء المشرکین

(۹) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب السیر،باب الشیخ الکبیرھل یقتل فی دارالحرب ام لا ؛ ابوداود، السنن ،کتاب الجہاد ، باب قتل النساء

(۱۰) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب السیر،باب الشیخ الکبیرھل یقتل فی دارالحرب ام لا

(۱۱) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب السیر،باب ماینہی عن قتلہ من النساء والولدان فی دارالحرب

(۱۲) طحاوی ، شرح معانی الآثار، کتاب السیر،باب ماینہی عن قتلہ من النساء والولدان فی دارالحرب ؛بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر،با ب قتل النساء فی الحرب ؛ مسلم، الجامع الصحیح،کتاب الجہاد والسیر،باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب ؛ ابو داود، السنن، کتاب الجہاد،باب فی قتل النساء ؛ترمذی، الجامع، کتاب السیر، باب فی النہی عن قتل النساء والصبیان

(۱۳) طحاوی ، شرح معانی الآثار ، کتاب السیر،باب ماینہی عن قتلہ من النساء والولدان فی دارالحرب ؛ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر،با ب اہل الدار یبیتون ؛ مسلم، الجامع الصحیح ،کتاب الجہاد والسیر،باب جواز قتل النساء

(۱۴) طحاوی ، شرح معانی الآثار ، کتاب السیر،باب ماینہی عن قتلہ من النساء والولدان فی

دارالحرب، ؛ مسلم، الجامع الصحیح ،کتاب الجہاد والسیر،باب جواز قتل النساء ؛ابو داود، السنن، کتاب الجہاد،باب فی قتل النساء

(۱۵) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الحدود،باب سرقة الثمروالکثر ؛ ابو داود، السنن، کتاب الحدود،باب ما لا قطع فیه ؛ ترمذی، الجامع، کتاب الحدود، باب ما جاء لا قطع فی ثمر ولا کثر

(۱۶) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الحدود،باب سرقة الثمروالکثر ؛ ابو داود، السنن، کتاب الحدود،باب ما لا قطع فیه ؛نسائی، السنن ، کتاب قطع السارق، باب الثمر یسرق بعد ان یوویه الجرین

(۱۷) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الایمان والنذور،باب الرجل یحلف ان لا یکلم رجلاشهرا ؛ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم،با ب قول النبی اذا رایتم الهلال فصوموا واذا رایتموه ؛مسلم، الجامع الصحیح،کتاب الصیام ،باب الشهر یکون تسعاوعشرین ؛ نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی اسماعیل فی خبر سعد

(۱۸) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الایمان والنذور،باب الرجل یحلف ان لا یکلم رجلاشهرا ؛ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم،با ب قول النبی اذا رایتم الهلال فصوموا واذا رایتموه ؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الصیام ،باب الشهریکون تسعاوعشرین ؛ نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی اسماعیل فی خبر سعد

(۱۹) طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الایمان والنذور،باب الرجل یحلف ان لا یکلم رجلاشهرا ؛ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم،با ب قول النبی اذا رایتم الهلال فصوموا واذا رایتموه ، ؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الصیام ،باب الشهر یکون تسعاوعشرین ؛ابن ماجہ، ابن ماجه،کتاب الطلاق، باب الایلاء

(۲۰) طحاوی، مشکل الآثار، کتاب المناقب،باب بیان مشکل ما روی عن النبی ﷺفی اسمائه ؛ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب ،باب ماجاء فی اسماء النبی ؛ مسلم، الصحیح ،کتاب الفضائل ،باب فی اسماء النبی ؛ ترمذی، الجامع ، الادب عن رسول ا لله ،باب ماجاء فی اسماالنبی

(۲۱) طحاوی، مشکل الآثار، کتاب المناقب،باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله ﷺفی اسمائه

(۲۲) نفس المصدر
(۲۳) الفتح ۴۸: ۲۹
(۲۴) الصّف ۶۱: ۶
(۲۵) الاحزاب ۳۳: ۴۰
(۲۶) التوبہ ۹: ۱۱۷
(۲۷) التوبہ ۹: ۱۲۸
(۲۸) طحاوی ، مشکل الآثار، کتاب المناقب،باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہ ﷺاحب الناس کان الیه ؛ ترمذی، الجامع، کتاب المناقب ،باب مناقب اسامه بن زید
(۲۹) بخاری، الصحیح،کتاب الایمان والنذور، باب قول النبی وایم اللہ ؛ مسلم،الصحیح ،فضائل الصحابه ،باب فضائل زید بن حاثه ؛ ترمذی، الجامع ، المناقب ،مناقب زید بن حارثه،حدیث نمبر ۳۷۵۲
(۳۰) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب قول لو کنت متخذا خلیلا ؛ مسلم ، الصحیح،فضائل الصحابه ،باب فضائل ابی بکر، ؛ترمذی، الجامع ،کتاب المناقب ،فضائل عائشه
(۳۱) مسلم، الصحیح،فضائل الصحابه ،باب فضائل زید بن ثابت ؛بخاری، الصحیح،کتاب تفسیر القرآن، باب ادعوھم لآباءھم؛ترمذی، الجامع، تفسیر القرآن، باب من سورۃالاحزاب
(۳۲) الاحزاب ۳۳: ۴۰
(۳۳) ترمذی، الجامع ، المناقب ،فضائل ابی بکر
(۳۴) ترمذی، الجامع ، المناقب ،فضائل فاطمه بنت محمد
(۳۵) طحاوی ، مشکل الآثار، کتاب المناقب،باب بیان مشکل ما روی عن رسول اللہﷺ احب الناس کان الیه ؛ابوداؤد، السنن ، کتاب الادب ، ماجاء فی المزاح،

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆